

مولوی جمیل الرحمن معلم دارالعلوم دیوبند

علوم انور شاہ کا بین

کچھ لوگ مرتے ہیں تو ایک آنکھ بھی ان پر رونے والی نہیں ہوتی، کچھ لوگ رخصت ہوتے ہیں تو احباب و اقرباء کا ایک محدود حلقہ ان پر آنسو بہا لیتا ہے، لیکن کچھ آفتاب غروب ہوتے ہیں تو ادھر سے ادھر تک فضا میں اند وہ و ملال کا غبار بکھرتا چلا جاتا ہے اور کوئی نہیں گن سکتا کہ کتنی آنکھیں اشکوں سے نہا گئیں، ان کی موت پر روحیں تڑپ اٹھتی ہیں اور ملت کی پوری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے

وما كان قيس هلكه هلك واحد

ولكنه بنیان قوم تھدما

مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ علوم انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے امین، علم و فضل کے خزانے کا گوہر شب چراغ، درر شرف و مجد کا درتا بندہ، اخلاق و فضائل کا پیکر اس گلستان نما خزاں آباد کی اے بہاریں دیکھ کر اس عالم آب و گل کو خیر باد کہہ گیا اور کراچی کی خاک نے اس قیمتی گوہر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش میں لے لیا

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

لکھنے والے ان کے حامد و محاسن صفوں میں لکھیں گے،..... وہ ہمارے قافلے کے سالار تھے، یہ قافلہ پہلے ہی لٹ چکا تھا اب یتیم ہو گیا، ان کا دل و دماغ قدرت کا معجزہ تھا، وہ ایک بے باک اور حق گو مسلمان تھے، یہ سب کچھ تھا، لیکن اس دفتر کو ان الفاظ میں سمویا جاسکتا ہے کہ ان کی حیات قوم و ملت کے لئے بڑی قیمتی تھی، وہ ایک مضبوط سہارا تھے اور آج جب کہ وہ اپنے اعمال کا دامن سمیٹ کر اپنے رب سے جا ملے ہیں تو یہ ہمارے لئے ایک یاں انگیز ساعت ہے، ایک کربناک لمحہ ہے، ایک حادثہ عظیم ہے، موت کا فرشتہ اللہ جل شانہ کا تابع فرمان نہ

میں ظاہر ہوا۔ مولانا کے اسلوب تحقیق کو خاص شکل دینے اور مضرد مقام دلانے میں یہ سب حالات اور خود ان کی شخصیت کے اوصاف کمال شامل ہیں، قدرت نے ان کو قدسی تخیل اور ملکوئی فکر سے نوازا تھا۔ ان کا شعور عرشی قندیل تھا جو تیرگی میں بھی نور بکھیرتا رہا۔

مولانا جب کسی حدیث شریف کی تحقیق میں قلم اٹھاتے ہیں تو سب سے نمایاں وصف یہ رہتا ہے کہ وہ فنی انداز کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور قلم کی گلکاریوں میں حقیقت کے حسن کو نہیں بھول جاتے، ان کی نگاہ اپنے ہر جملے اور ہر لفظ پر ہوتی ہے۔ مولانا کے اسلوب تحقیق کا دوسرا بڑا وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ زیر بحث مسئلہ کو ناظر کے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کو انہیں کی معتبر کتابوں سے نکالنا اور ان کو ان کے استدلال سے مبرا بن کر نا خاص امتیازی شان رکھتا ہے، اس کے بعد زیر بحث روایت اور مسئلے پر جو محدثانہ کلام فرماتے ہیں تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ علم کا دریا امنڈتا چلا آ رہا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کی کتابوں کے حوالہ جات سے اس مسئلے کو مزین کر دیتے ہیں۔ پھر اس پر بڑے سچے تلے انداز میں استدلال سے کام لیتے ہوئے اپنے استاذ امام العصر علامہ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور محاکمہ تحریر کر دیتے ہیں۔

موصوف خود ایک صاحب الرائے ہیں، جا بجا اپنے استاذ کے ساتھ اپنی بھی رائے بڑی احتیاط کے ساتھ ثبت کر دیتے ہیں، ان میں تحقیق و تلاش اور حقیقت رسی کی بے پناہ صلاحیت ہے، وہ کھلے اور آزاد ذہن سے کام لیتے ہیں، کسی قسم کی علمی تعصب کو دخل انداز ہونے نہیں دیتے اور یہی وصف ہے جو ان کو ایک بلند محدث، عظیم محقق کے مرتب تک پہنچاتا ہے۔

الاستاذ المودودی

مولانا کی آخری تصنیفات میں سے قابل ذکر تصنیف ”الاستاذ المودودی“ ہے..... ہندوستان میں اب تک اس کے دو حصے پہنچ چکے ہیں، پاکستان سے آنے والے اہل علم حضرات نے بیان کیا کہ مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ اس موضوع پر دس رسائل قلم بند کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید حضرت مولانا اپنے اس آخری کام کو مکمل نہیں کر سکے، مولانا کا یہ کام بھی ایک کتاب کے مقدمہ کے طور پر شروع ہوا تھا۔ حضرت شیخ زکریا محدث سہارنپوری کی تصنیف ”فتنہ مودودیت“ کی تعریف کے بعد اس کی مقدمہ نگاری کی خدمت جب مولانا کے سپرد کی گئی تو انہوں نے اس موضوع کا بھی مکمل جائزہ لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پہلے حصہ میں مولانا نے ایک اجمالی طور پر اس تحریک میں پائے جانے والے ضلال کا تعین کیا۔ اور دوسرے حصہ میں مولانا مودودی کی تفسیری اغلاط کا احاطہ کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد کچھ حصے ان کے قلم سے نکل گئے ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت

مولانا بنوری قدس سرہ العزیز کے اس میدان میں اترتے ہی اس تحریک کے بانیوں اور کارکنوں میں زبردست تشویش پیدا ہو گئی تھی، اور مولانا نے بھی اپنے زور استدلال، دفور علم اور کمال اخلاص سے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں ضلال کے جراثیم کی اشاعت کرنے والی یہ نقاب پوش جماعت کن وجوہ کی بنیاد پر قابل ترک ہے۔

تحفظ ختم نبوت اور مولانا بنوری

یوں تو قادیانیت اور تحفظ ناموس رسالت کا کام کم و بیش قریباً تمام اسلامی فرقوں نے کیا، تاہم اس سلسلہ میں امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ ناقابل فراموش ہے، ان حضرات نے اور ان کے احباب و تلامذہ نے قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر گراں قدر کتابیں تالیف فرمائیں اور امت اسلامیہ کو قادیانی دجل و فریب سے آگاہ کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں۔

حضرت امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کو فتنہ قادیانیت نے ماہی بے آب کی طرح بے چین اور مضطرب کر دیا تھا، حضرت علامہ بنوری علیہ الرحمۃ والرضوان فحجۃ العبر میں حضرت مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

”جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبت عظمیٰ سے غم اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا، رات کی نیند حرام ہو گئی، مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخندہ واقع ہو جائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا، اسی قلق و اضطراب اور بے چینی میں چھ مہینے گزر گئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کیا کہ عنقریب اس فتنہ کا شور و شغب انشاء اللہ جاتا رہے گا، اور اس کی قوت و شوکت ٹوٹ جائے گی، چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا اور سکون قلب نصیب ہوا۔“

(ص ۳۰۳ بحوالہ الرشید دارالعلوم نمبر ص: ۶۸۹)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عہد لیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ: جو شخص قیامت کے دن رسول پاک ﷺ کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے، ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی وصیت کے مطابق فتنہ قادیانیت کے تعاقب کو اپنا نصب العین بنا لیا۔

قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لئے ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ اور ان کے رفقاء کے بلند عزائم کے نتیجہ میں ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا وجود عمل میں آیا۔ اس

مجلس کو ہمیشہ یہ سعادت حاصل رہی کہ حضرت رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز آخری دم تک اس تحریک کے قائد و سرپرست رہے۔ آخر میں مولانا محمد حیات گو مند امارت تفویض ہوئی، مگر اپنے ضعف و عوارض کی بنا پر انہوں نے اس گراں باری سے معذرت کا اظہار فرمایا۔ یہ ایک ایسا بحران تھا کہ اس عظیم تحریک کی پیش قدمی رک جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا، لیکن حق کی قدرت کا کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ اس کے وعدہ حفاظت دین نے یکا یک ایک ایسی ہستی کو اس منصب عالی کے لئے منتخب فرمایا جو اپنے اسلاف کی علوم و روایات کی امین اور جس پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر حاصل تھا۔ وہ ہستی عالی حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت و امانت تھی۔ اس کا اہل علوم انوری کے وارث حضرت شیخ بنوری علیہ الرحمۃ سے بہتر اذر کون ہو سکتا تھا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی عزم، رفعت علم نے نہ صرف مجلس تحفظ ختم نبوت کی عزت و شہرت کو چار چاند لگائے، بلکہ ان کی قیادت نے قصر قادیانیت پر اتنی ضرب کاری لگائی کہ قادیانی تحریک کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر کذب و افتراء کی آہنی مہر لگ گئی۔ اور اس آخری دور میں ان کے خارج از اسلام ہونے پر گویا کہ ایک اجماع منعقد کر دیا۔ رحمة الله رحمة واسعة۔

”قرآن کریم اگرچہ جدید اصطلاح میں دستور یا قانون کی کتاب نہیں ہے جسے عنوانات و دفعات پر مرتب کیا گیا ہو لیکن اس میں انسانیت کے تمام ہمہ گیر مسائل کی طرف اصولی اشارات دیئے گئے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ اور سیرت طیبہ میں متشکل ہو کر سامنے آئے ہیں، خلافت راشدہ کی تشریحات اور فقہاء امت کی تحقیقات کے بعد وہ ایسا کامل و مکمل دستور ہے کہ دنیا کا کوئی دستور نہ اس کی ہمسری کر سکا ہے نہ کر سکے گا۔“ (بصائر و عبر، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)